احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی - ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

گذشتہ سے پیوستہ

ضرورت مند کے لئے ضروری اشیاء کی فراہمی صاحبِ استطاعت پر واجب ہے،

ویسے بھی اگر کسی کو مکان اور کپڑا وغیرہ کی سخت ضرورت ہو تو جس کے پاس موجود ہو دینا واجب ہے :-

وجب علی صاحبہ بذلہ بلا نزاع [1]

بغیر کسی نزاع کے اشیاءِ ضروریہ کا دینا واجب ہے

بعض محققین کے نزدیک ضروری اشیاء کا بغیر قیمت دینا واجب ہے، وہ اس صورت کو فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الخ کے تحت داخل کرتے ہیں [2]

(۵) کھانا کپڑا مکان وغیرہ یہ انسان کی ایسی ضرورتیں ہیں کہ جن میں سب مشترک ہیں اور ان کی فراہمی کے لئے حکومت ہر قسم کے قوانین نافذ کرنے کی مجاز ہے۔

وحاجۃ المسلمین الی الطعام واللباس وغیر ذلک مصلحۃ عامۃ لیس الحق فیہا لواحد بعینہ [3]

کھانا کپڑا وغیرہ کی ضرورت کا تعلق مصالحِ عامہ سے ہے، اور بلا استثناء سب اس میں شریک ہیں۔

اراضی میں حکومت کے اختیارات زیادہ وسیع ہیں۔

اراضی میں حکومت کے اختیارات زیادہ وسیع ہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

---

[1] الطرق الحکمیہ ص۲۶۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً ص۲۶۲۔

لنا رقاب الارض [1] — زمینیں ہماری (حکومت کی) ہیں۔

حضرت علیؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

ان ارضك فلنا [2] — تیری زمین ہماری ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی یہ تصریح ہے:-

ان نواحی دار الاسلام تحت ید امام المسلمین [3] — دار الاسلام کے اطراف امام المسلمین کے زیر اقتدار ہوتے ہیں۔

چنانچہ احناف کا مسلک ہے کہ اگر حکومت مفادِ عامہ کے پیشِ نظر زمین لینا چاہے تو صاحبِ زمین کی رضامندی ضروری ہے اور نہ معاوضہ ادا کرنا لازمی ہے البتہ اُس شخص کے بنیادی حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ تلف نہ ہوجائیں۔[4]

امام مالکؒ کا ارشاد ہے:

تصیر الارض للسلطان۔[5] — زمینیں بادشاہ (حکومت) کی ہوتی ہیں۔

ایک موقع پر علامہ عینیؒ کہتے ہیں:

ان حکم الاراضی الی الامام۔[6] — زمین کا معاملہ امام (حکومت) کے سپرد ہے۔

حکومت کو مفادِ عامہ کے پیشِ نظر موقوفہ آراضی میں بھی واقف کی مقرر کردہ شرطوں کی مخالفت جائز ہے:-

ان السلطان یجوز له مخالفة الشرط اذا کان غالب جهات الوقف قری ومزارع فیعمل بامره وان غایر شرط الوقف لان اصلها لبیت المال۔[7] — جب وقف کی اکثر جہات گاؤں اور مزروعہ زمینیں ہوں تو بادشاہ (حکومت) اپنے صوابدید کے مطابق بندوبست کرلے اگرچہ واقف کی شرطوں کی مخالفت پائی جائے کیونکہ گاؤں اور زمینیں دراصل بیت المال کی ہوتی ہیں۔

---

[1] الاموال ص ۲۷۹ - [2] احکام القرآن ج ۳ ص ۵۳۲ [3] مبسوط ج ص ۹۳ - [4] احکام القرآن ج ص ۵۳۱، ۳ و ص ۵۳۳
[5] المحلی ج - [6] عینی ص ۲۹ - [7] درمختار ج

غرض حکومت اپنے اختیارات میں کسی ایک طریق تنظیم و تقسیم کی پابند نہیں ہے بلکہ مفادِ عامہ کے پیشِ نظر اس کے اختیارات کافی وسیع ہیں اور انفرادی و اجتماعی ہر طریق کی اجازت ہے جیسا کہ قاضی ابو یوسفؒ کہتے ہیں:

وارجوا ان یکون ذلك موسعا علیه فکیف ماشاء من ذلك فعل [1]	مجھے امید ہے کہ حکومت جو بھی مناسب سمجھ کر کرے گی اس کے لئے وسعت اور گنجائش ہے۔

کفالت کے لحاظ سے اختیارات وسیع ہیں

ظاہر ہے کہ یہ سارے اختیارات اسی حکومت کے لئے ہیں جو خلقِ خدا کی کفالت کی ذمہ داری لیتی ہو۔

الٰہی شریعت میں حکومت کی ذمہ داریوں کے مطابق ہی اس کے اختیارات کی وسعت تسلیم کی گئی ہے جس طرح حکومت کا فرض ہے کہ لوگوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں ان کی کفالت کرے اسی طرح اس کا حق ہے کہ لوگوں کے مقبوضہ اموال میں تصرفات کی وسعت ہو وہ جس طرح اللہ کے اوامر و نواہی کی پابند ہے، اسی طرح خلقِ خدا کے مصالح کی نگہداشت کی پابند ہے:

فحق اللہ امرہ و نہیہ وحق العبد مصالحه [2]	اللہ کا حق اس کے اوامر و نواہی ہیں اور بندے کا حق اس کے مصالح ہیں۔

مصالح میں دُنیوی اور اخروی دونوں مصلحتیں شامل ہیں:

الامر الذی یستقیم بله فی اولاہ واخراہ [3]	وہ امور جن کے ذریعہ دنیا اور آخرت میں استقامت پیدا ہو۔

دنیوی مصالح بھی عبادت ہیں

شریعت نے دنیوی مصالح کا جو درجہ دیا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ درجِ ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

فان النفوس لا تقبل الحق الا بما یستعین به من حظوظها التی هی محتاجة الیها فتکون ا.[ل]حظ نا ..ادة .. [4]	دنیوی زندگی میں جن چیزوں کی احتیاج ہے اور جو ممد و معاون ہیں ان کے بغیر لوگ حق کو نہیں قبول کرتے ہیں، اس بناء پر دُنیوی حظوظ بھی عبادت میں شمار ہوں گے۔

---

[1] الخراج صفحہ ۶۰۔ [2] الفروق ج ۱ ص ۱۱۶۔ [3] تہذیب الفروق ص ۱۳۰۔ [4] الجوامع فی السیاسۃ الالٰہیہ ص ۶۱

پھر آگے ہے:

لان العبادات لا تؤدی الا بهذا وما لا یتم — کیوں کہ عبادت ان کے بغیر پوری نہیں ہوتی ہے، اور

الواجب الا به فهو واجب [1] — جس کے بغیر واجب کی ادائیگی نہ ہو وہ بھی واجب ہے۔

حکومت کی حیثیت نائب اور امین کی ہے — ہر "اقدام" میں حکومت کے پیشِ نظر یہ بنیاد رہنی ضروری ہے کہ خود اس کی حیثیت بھی مالک کی نہیں ہے بلکہ نائب اور امین کی ہے:۔

ولیس لولاة الاموال ان یقسموها — اموال کے منتظمین کے لئے جائز نہیں ہے کہ مالک کی طرح اپنی خواہشات

بحسب اهوائهم کما یقسم المالك — کے مطابق اموال کو تقسیم کریں بلکہ وہ نائب اور امین ہیں اپنی اس

ملکه فانما هم اُمناء و نُوّاب [2] — حیثیت کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔

اب جبکہ مسلم معاشرہ میں لوگوں کے بنیادی حقوق تک پائمال ہو رہے ہیں، اور موجودہ تنظیم و تقسیم کے ذریعہ عدل و انصاف کے ساتھ اللہ کی مخلوق کو رزق حلال نہیں میسر ہو رہا ہے تو ایسی حالت میں شرعی لحاظ سے مسلم حکومت کا فرض ہے کہ اس پورے نظام کو بدل دے اور حقوقِ ملکیت کے "گورکھ دھندے" کو توڑ کر جس طرح بھی ممکن ہو اہلِ حقوق تک ان کے حقوق پہونچانے کا بندوبست کرے۔

مسلم حکومتوں اور مذہبی مسندوں کی غفلت — بدقسمتی سے مسلم حکومتیں ذاتی عیش و اقتدار برقرار رکھنے کے لئے تنظیم و تقسیم میں بنیادی تبدیلی کرنے کے لئے تیار ہیں اور نہ کسی تبدیلی سے دینی کاز کو تقویت پہونچانا ان کے پیش نظر ہے، حالانکہ دینی راہ سے بنیادی تبدیلی کرنے کے بعد موجودہ دور کے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

ادھر مذہبی مسندوں اور جماعتوں کی حالت یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق اور ان کی دنیوی ضرورتوں سے انہیں کوئی تعلق نہیں ہے، اور اگر کسی قدر ہے بھی تو بس زکوٰۃ و صدقات کی وصول تحصیل تک ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں ان دونوں گروہوں کی راہیں فاسد ہیں:۔

وهذان السبیلان فاسدان سبیل — یہ دونوں راستے فاسد ہیں (۱) ایک ان لوگوں کا

من انتسب الی الدین ولم یکمله بما یحتاج الیه — جو دین کی طرف منسوب ہیں لیکن قوت، جہاد اور

---

[1] الجامع فی السیاسۃ الالٰہیہ ص۱۶۱ [2] ایضاً۔

من السلطان والجهاد والمسائل وسبیل من اقبل علی السلطان والمسائل والحرب ولم یقصد بذلک اقامۃ الدین هما سبیل المغضوب علیهم ولا الضآلین [1]

مال سے جن کا دینِ خداوندی محتاج ہے دین کی تکمیل نہیں کرتے ہیں، دوسرا راستہ والیانِ حکومت کا ہے جن کے پاس مال اور قوت موجود ہے لیکن ان کے ذریعہ اقامتِ دین کا کام نہیں لیتے ہیں یہ دونوں راستے ان لوگوں کے ہیں جن پر غضب نازل ہوا یا گمراہ ہیں۔

مالیات وحکومت کی طرح قرآنِ حکیم نے زندگی اور بہت سے ناگزیر حالات ومعاملات میں بھی اصولی اور عمومی انداز اختیار کیا ہے شکل وصورت اور جزئیات کی تفصیل کو حالات وزمانہ کی رعایت پر چھوڑ دیا ہے، مثلاً حق اور محنت کی تنظیم، جنگ کی تیاری، معاہدات وتعزیرات وغیرہ (جن کے نشاندہی کی چنداں ضرورت نہیں ہے)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی کوئی شکل متعین نہیں ہے

(۳) حتیٰ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے تنظیمی اور وجوبی حکم کی بھی کوئی شکل متعین نہیں کی ہے جس کی بناء پر علماء کہتے ہیں:-

لیس فی القرآن تحدید لکیفیۃ القیام بهذا الواجب وقد یتبادر من هذا ان الکیفیۃ متروکۃ لحکمۃ المسلمین وظروفهم [2]

قرآن میں کیفیت کی تحدید نہیں ہے کہ کس طرح اس واجب کی ادائیگی کی جائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض مسلمانوں کی مصلحت اور ان کے ظروف کی رعایت سے کیفیت کے بیان کو چھوڑا گیا ہے۔

اس سلسلہ کی چند آیتیں

اس سلسلہ کی چند آیتیں یہ ہیں:-

(۱) قرآنِ حکیم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ملی زندگی کا نصب العین ٹھہرایا ہے:-

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [3: 107]

تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کی ارشاد واصلاح کے لئے ظہور میں آئی ہے، تم معروف کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو۔

---

[1] الجوامع فی السیاسۃ الالٰهیۃ ص ۲۷ - [2] الدستور القرآنی -

دوسری جگہ ہے :-

(۲) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ	ضروری ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی موجود ہو
إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ	جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والی ہو اور
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ	معروف کا حکم دینے والی اور منکر سے روکنے
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۳/۱۰۴	والی ہو، ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

معروف و منکر کی تشریح آیت میں دعوت الی الخیر" پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ امر بالمعروف کو علیحدہ ذکر کیا ہے جس میں درجِ ذیل قسم کی چیزیں شامل کی جاتی ہیں :-

کل ما هو متعارف علی انه صالح	ہر وہ کام و اخلاق اور عادتیں جن کا
وخیر و نافع من اخلاق وعادات	فائدہ افراد یا سوسائٹی کو پہونچتا ہو اور
واعمال تعود فائدتها وبرکتها علی	ان میں ظلم و زیادتی اور افراط و تفریط
الافراد والمجموع ولیس فیها جنف	نہ ہو بلکہ خیر و نافع ہونے میں متعارف
ولا بغی ولا افراط وتفریط [۱]	ہوں !

قرآنی اصطلاح کے مطابق "معروف" میں صرف نماز و روزہ قسم کی عبادات ہی نہیں داخل ہیں بلکہ یہ لفظ فرد و اجتماع کی جملہ ضرورتوں اور فائدہ پہونچانے والی تمام چیزوں کو شامل ہے، اسی طرح "منکر" میں صرف مشہور قسم کے بُرے کام نہیں داخل ہیں بلکہ اس میں ہر ضرر رساں چیز اور انسانی ضرورتوں سے گریز و فرار کی راہ بھی داخل ہے۔

شرعی نظمِ زندگی کی ایک حدیث سے وضاحت الٰہی شریعت نے زندگی کا جو نظم قائم کیا ہے اور اس میں ایک دوسرے کی دینی و دنیوی ضرورتوں کی نگہداشت کو جس قدر ضروری قرار دیا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ درجِ ذیل مثال سے بخوبی ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا :-

"فرض کرو، ایک بحری جہاز ہے جس کے اوپر نیچے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور سب کی ضرورت کا

[۱] الدستور القرآنی ص ۳۷۔

سامان (پانی وغیرہ) جہاز کے بالائی حصہ پر رکھا ہوا ہے، جس سے لوگ اپنی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں۔ نچلے درجہ کے لوگ (مثلاً) پانی کے لئے اوپر آتے رہتے ہیں اور اوپر والے (جذبۂ اشتراک کے ماتحت) پانی دیتے رہتے ہیں تو کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں پیش آتا۔ بلکہ اطمینان کے ساتھ سب کا کام چلتا رہتا ہے۔

لیکن اگر اوپر والے پانی دینے سے انکار کرتے ہیں، تنہا اپنی ملکیت سمجھتے ہیں یا ان کی آمدورفت سے معمولی تکلیف ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ تو وہ لوگ زیادہ دیر تک پیاس نہ برداشت کرسکیں گے بلکہ پانی کی فراہمی کے لئے دوسری تدبیریں کرنے پر مجبور ہوں گے۔

چارو ناچار انھوں نے یہ سوچا کہ جہاز میں چھوٹا سا سوراخ کر کے سمندر سے تھوڑا پانی لے لیا جائے چنانچہ وہ کرنے لگے۔

اب اگر اوپر والے نہ سوراخ کرنے سے روکیں اور نہ ان کے لئے پانی کا بندوبست کریں (ایسی حالت میں سوراخ سے محض منع کرنے سے کام نہ چلے گا بلکہ پانی کا بندوبست ضروری ہوگا) تو ظاہر ہے کہ جہاز میں سوراخ ہونے کے بعد اس میں پانی بھرے گا اور وہ ڈوب جائے گا پھر نہ سوراخ کرنے والے بچیں گے اور نہ اس سے غفلت و چشم پوشی کرنے والے۔"

یہ حدیث زندگی کی نفسیات اور اس کے مطالبات کو سمجھنے کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ زندگی کو سمندری جہاز پر سواری کے ساتھ تشبیہ دینا اس کی ضروریات کو پانی جیسی اہم چیز کے ساتھ بیان کرنا ـــــ تکلیف کے باوجود تعاون و اشتراک کو ملحوظ رکھنا اور خلاف ورزی کی صورت میں جہاز میں سوراخ ہونا، اور اس کے نتیجہ میں جہاز ڈوب جانا وغیرہ، یہ ساری باتیں نہایت غور و فکر کی مستحق ہیں۔

ایک اور موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا:-

الا کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہ (الحدیث)	خوب غور سے سن لو ہر شخص تم میں کا راعی ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

کلامِ عرب میں "رعی" کے یہ معنی ہیں۔

حفظ الغیر لمصلحتہ[1] — دوسرے کی حفاظت اس کی مصلحت کے مطابق کرنا۔

اس بناء پر "داعی" کے لئے دینی اور دنیوی دونوں قسم کی مصلحتوں کا لحاظ ضروری ہوگا۔

معاشی حالات کے دباؤ کی شدت — بسا اوقات انسان پر معاشی حالات کا دباؤ اس قدر شدید ہوتا ہے کہ جب تک اس کا لحاظ نہ کیا جائے تبلیغ وتلقین کی بات بے معنی رہتی ہے۔ اور اگر بات مان بھی لی جاتی ہے تو اس کو قرار و استحکام نہیں حاصل ہوتا ہے۔

قرآنِ حکیم نے درجِ ذیل انداز میں اس پہلو کو واضح کیا ہے:-

(۳) فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ ۹۰/۱۸	پھر وہ گھاٹی سے نہ گزرا اے پیغمبرؐ! آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی عبور کرنے سے کیا مراد ہے، یہ ہے کہ کسی کی گردن کا پھندا چھڑانا، بھوکے قرابت دار یتیم اور خاک آلود مسکین کو کھانا کھلانا پھر وہ ان لوگوں سے ہو جو ایمان لائے ہوں اور ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی تلقین کی ہو۔

آیات میں پہلے عملی ہمدردی وغم خواری کی شکلوں کو "گھاٹی" سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس سے عبور کرنے کے لئے نفس کشی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور صالحین ومبلّغین کو ادھر توجہ دیئے بغیر چارہ نہیں ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد ایمان اور صبر ورحم کی تلقین کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات دنیوی مصالح کا لحاظ نہ کرنے سے زبانی تبلیغ وتلقین نتیجہ خیز نہیں ثابت ہوتی ہے بلکہ حالات کا دباؤ پل بھر میں پوری عمارت کو ڈھا سکتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں دوسری جگہ ایسے نمازیوں کے لئے سخت قسم کی دھمکی ہے جن پر نماز کے اثرات نہیں مرتب ہوتے ہیں جو ریاء ونمائش کرتے اور دوسروں کی دنیوی ضرورتوں کا لحاظ نہیں کرتے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ	ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نمازوں کو بھلا بیٹھتے ہیں، ریاکاری کرتے اور

---

[1] المنجد۔

هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۱۰۷/۸ ضروریات میں حقوق کی ادائیگی نہیں کرتے ہیں۔

اسی طرح بہت سی آیتوں میں خیر و بھلائی کی ترغیب ہے اور غرباء و فقراء کو برسرِ کار لگانے کی تلقین ہے جس کی بناء پر علماء کہتے ہیں:۔

ان على المسلمين كافة افرادًا	ہر مسلمان پر فرداً فرداً اور جماعتی حیثیت
وجماعة كل فى نطاق قدرته	سے اپنے امکان بھر امر بالمعروف اور نہی
وامكانه ان يقوم لواجب الامر	عن المنکر کے فرض کی ادائیگی لازمی ہے۔
بالمعروف والنهى عن المنكر	اور اس ادائیگی میں ایک دوسرے کے احوال
والتضامن فيه [1]	کی ضمانت و نگرانی کی صورت ہونی چاہیے۔
حسب الحكمة والمصلحة [2]	نیز حکمت و مصلحت کے پیشِ نظر طریقِ کار اختیار کرنا چاہیے۔

غرض قرآنِ حکیم میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی کوئی خاص شکل و صورت اور طریقِ کار متعین ہے۔ اور نہ یہ حکم زندگی کے کسی ایک گوشہ تک محدود ہے، بلکہ حالات و زمانہ اور ضرورت کے لحاظ سے اس کی مختلف شکلیں اور مختلف راہیں ہو سکتی ہیں۔

شریعت کا جادۂ اعتدال اور مسلم قوم کا حال

الٰہی شریعت میں جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں توازن و ہم آہنگی برقرار رہے ورنہ افراط و تفریط کی صورت میں ایک طرف غلو اور تقشف کی زندگی نمودار ہوگی اور دوسری طرف آزادی و بے راہ روی کی زندگی کو فروغ حاصل ہوگا، اور یہ دونوں راہیں شریعت کے جادۂ اعتدال سے ہٹی ہوئی ہیں۔

مسلم قوم کی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ اس سے عدل و توازن رخصت ہو گیا ہے، ایک طرف دین اور دنیا کی تقسیم نے اسلام کو دوسرے مذہبوں سے مشابہ بنا دیا ہے اور دوسری طرف جماعت سازی و گروہ بندی نے اس زعمِ فاسد میں مبتلا کر دیا ہے کہ حق وہی ہے جو وہ کہتا ہے، کام وہی ہے جو وہ کرتا ہے، صالح وہی ہے جو اس کی جماعت میں ہے، اور داعی وہی ہے جو اس جیسی بات کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس ذہنیت کو

---

[1] الدستور القرآنی ص ۳۹۹۔ [2] ایضاً۔

درج ذیل آیت میں بیان کیا ہے :-

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى	یہودی کہتے ہیں عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں ہے
عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ	عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے پاس کیا رکھا ہے
الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُوْنَ	حالانکہ اللہ کی کتاب دونوں پڑھتے ہیں، ٹھیک
الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا	یہی بات مشرکینِ عرب بھی کہتے ہیں جن کے
يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ (۲/۱۱۳)	پاس علم نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کوئی گروہ معمولی تنقید برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور حق پر ثبات و تقلیدی جمود میں کوئی فرق نہیں رہ گیا ہے۔

غرض جب تک یہ ذہنیت نہ بدلے گی فکر و نظر میں وسعت نہ ہوگی اور دین کے نام پر ملت کی دنیوی ضرورتیں نہ پوری ہوں گی اس وقت تک دینی انقلاب کی توقع بے سود ہے صرف معمولی اصلاحات اپنے اپنے دائرہ میں ہوتی رہیں گی جو لا دینیت کا معمولی جھونکا بھی برداشت کرنے کی تاب نہ لا سکیں گی۔ (باقی)

صدیقِ اکبرؓ

مؤلفہ :- مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی

"مولانا شبلی نے الفاروق لکھ کر حضرتِ عمرؓ کا تو حق ادا کر دیا تھا، مگر حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کا حق ابھی باقی تھا، ہمارے فاضل دوست مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی نے یہ کتاب لکھ کر اس حق کو ادا کیا ہے" (معارف)

خلیفۂ اول کی سیرت اور حالات و واقعات پر جنھیں امت خیر البشر بعد رسول اللہ ﷺ مانتی ہے، جنھوں نے خلافتِ راشدہ کی بنیادیں مضبوط کیں، اردو میں کوئی جامع اور مفصل کتاب نہیں تھی، شکر ہے اس محققانہ کتاب سے یہ کمی پوری ہوگئی۔ صفحات ۴۸۰ بڑی تقطیع (نظر ثانی کے بعد دوسرا ایڈیشن)

قیمت غیر مجلد -/۸ مجلد -/۹

ملنے کا پتہ :- مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶